''۱۹۸۰ء کے بعد' سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ''

(نمائندہ سیرت نگاروں کے حوالے سے)

اختتامی خاکہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)

مقالہ نگار

ہاشمی سید شعیب قمر الدین

(ایم اے اردو، ایم اے جرنلزم)

نگراں کار

ڈاکٹر اسود گوہر

(اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو)

انسٹی ٹیوٹ آف انڈین اینڈ فارین لنگیوجس

ایم جی ایم یونیورسٹی، سی ایس نگر (اورنگ آباد)

اگست ۲۰۲۴

1

''۱۹۸۰ء کے بعد سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ''

(نمائندہ سیرت نگاروں کے حوالے سے)

۱) تمہید (Introduction)

سیرت عربی زبان کا لفظ ہے جو ''سار، یسیر اور سیراً'' سے نکلا ہے۔ اردو زبان میں لفظ سیرت عام طور پر انسانوں کے چال چلن، رہن سہن اور عادات واطوار کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سیرت کا لغوی ولفظی معنی ومفہوم گر چہ کسی نیک خصلت انسان کا انفرادی کردار ہے، ہیئت زندگی گزارنے کا طریقہ اور کسی کی سوانح حیات ہے لیکن اصطلاح میں حضور ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق وعادات کے بیان کرنے کا نام سیرت ہے اور اب بھی اس کا خصوصی مفہوم یہی ہے۔ اپنے آباواجداد کے حالات زندگی جاننا اور دنیا کے عظیم انسانوں کے رہن سہن اور ان کے عادات واطوار کو جاننا ہر انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں اپنے آباواجداد کے کارنامے بڑے فخر کے ساتھ پیش کئے جاتے تھے اور اس کیلئے باضابطہ ایک بازار لگتا تھا جسے 'عکاظ بازار' کہا جاتا تھا جہاں پر اس وقت کے مشہور شعراء اپنی شاعری کے ذریعے اپنے آباواجداد کے کارناموں کو انتہائی فخریہ انداز میں فصاحت اور بلاغت کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ اسی ضمن میں دنیا بھر عظیم کے انسانوں کے کارناموں کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

نبی ﷺ اور آپ کی دعوت کے ظہور سے تاریخ کا ایک نیا سرچشمہ منظر عام پر آیا اور وہ تھا آں حضرت ﷺ کی ولادت، حیاتِ طیبہ اور اس کی سرگرمیوں سے متعلق صحابہ کرامؓ کے بیانات یہ چیزیں اولاً تاریخ کا اور ثانیاً سیرت کا مواد بنیں۔ سیرت طیبہ سے متعلق روایات اور حضور ﷺ کے مصدقہ اقوال کی تحقیق وتلاش نے وقت کے ساتھ ساتھ فنِ حدیث اور فنِ مغازی کے عنوان سے باقاعدہ علم کی صورت اختیار کرلی۔ حضورؐ کے اقوال وافعال اور احکامات پر مشتمل راویات کو فنِ حدیث کے تحت جمع کیا جانے لگا اور اُن کی تصدیق وتحقیق کا معیار مقرر ہوا اور اس معیار تک پہنچنے کے اصول اور قاعدے مرتب ہوئے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے واقعات، معمولات سے متعلق روایات اور روزمرہ زندگی کی جزئیات کی تحقیق وتدوین فنِ مغازی کے عنوان سے ہوئی اور یہی مجموعہ روایات سیرت نگاری کی اساس قرار پایا۔

اسلام کے دورِ اولین سے ہی عروہ بن زبیرؒ، ابان بن عثمانؒ، شرجیل بن سعدؒ، وہب بن منبہؒ، عاصم بن قتادیٰ انصاریؒ، عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؒ، مسلم بن شہاب الزہریؒ، موسیٰ بن عقبہؒ، معمر بن راشدؒ، محمد بن اسحٰقؒ، ابومعشر السندیؒ،

زیاد بن عبداللہ البکائیؒ، ابن ہشامؒ، واقدیؒ اور ابنِ سعدؒ جیسے گرامی قدر حضرات نے سیرت نگاری کا علم بلند رکھا۔ [1]

اردو ادب میں سیرت نگاری کوئی محتاج تعارف صنف نہیں ہے، لیکن یہ اور بات ہے کہ اس کو ادبی حلقوں میں مذہبی اور تاریخی صنف سمجھ کر اس کا دائرہ محدود کر دیا گیا ہے۔ سیرت ایک ایسا موضوع ہے جس پر دنیا بھر میں اور دنیا کی ہر زبان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی۔ اردو زبان میں بھی سیرت نگاری پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ جس طرح عربی اور فارسی سے بہت ساری اصناف اردو میں آئی ہیں اسی طرح سیرت نگاری بھی اردو میں عربی اور فارسی ادب سے ہی آئی ہے۔ حالاں کہ ماہرین اردو ادب نے عام طور پر سیرت نگاری کا ذکر سوانح نگاری کے ضمن میں کیا ہے لیکن اس کو باقاعدہ علاحدہ صنف قرار نہیں دیا گیا۔ اس ضمن میں ماہرین اردو کا کہنا ہے کہ نبیؐ کی سیرت سے متعلق واقعات اور مختلف ابواب کو درسی کتابوں میں وقتاً فوقتاً شامل کیا گیا ہے۔

اردو کے ابتدائی دور میں سیرت نگاری کے نقوش زیادہ تر منظوم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں نثر کے مقابلہ میں نظم کا چلن زیادہ تھا اور اسی کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ شروعاتی دور میں دکن کے مختلف علاقوں میں کئی ایسی مثنویاں لکھی گئیں جن میں حضورؐ کے حالات زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں طویل عرصہ تک فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہا، لیکن مسلمان علماء اور صوفیائے کرام کے قافلے جب سرزمین دکن میں مضبوط ہو چکے تو اس علاقہ میں مقامی باشندوں سے مسلمانوں کی بھائی چارگی کے نتیجہ میں ایک نئی زبان عالمِ وجود میں آئی، جسے 'دکنی' کہا جاتا ہے۔ دکنی میں ابتدائی طور پر شاعری کرنے والے شاعر اور ادیب، صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین ہی تھے، جنہوں نے اپنے عہد میں شاعری کی مختلف شکلوں میں جیسے مثنوی، غزل، مرثیہ، قصیدہ اور شہادت نامے کی روایت کو فروغ ہی نہیں دیا بلکہ پوری توجہ کے ساتھ سیرت النبیؐ کی پیش کشی کے لیے منظوم مثنویوں کے اظہار کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ دکنی ادبیات کے سب سے بھاری ذخیرے میں سیرت النبیؐ کی منظوم مدحتوں کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ دکنی زبان میں سیرت النبیؐ کے منظوم ماخذات میں بیشتر کا تعلق مطبوعات سے نہیں، بلکہ یہ منظومات مخطوطات کی حیثیت سے بکھرے پڑے ہیں۔ دکنی شاعری میں سیرت النبیؐ کی ہمہ جہت کیفیتوں کو سات زمروں میں تقسیم گیا ہے، جن میں (۱) نور نامے (۲) مولود نامے (۳) معراج نامے (۴) شمائل نامے (۵) ولادت نامے (۶) وفات نامے اور (۷) تولد نامے اہمیت کے حامل ہیں، جن میں شعر گوئی کا حسن اور عقیدت کے جوہر نمایاں ہیں۔

نثر کا آغاز تیرہویں صدی ہجری سے ہوا۔ اردو نثر کے ارتقائی سفر میں کتب سیرت خاصی تاخیر سے شامل ہوئی ہیں۔ اردو میں اگرچہ منظوم کتب سیرت کا آغاز گیارہویں صدی ہجری سے ہو چکا تھا۔ لیکن نثر میں اس کی ابتدا تیرہویں صدی ہجری سے ہوئی اور اس سلسلہ میں بھی پیش قدمی کا شرف علاقہ دکن کو حاصل ہوا۔ اردو نثر میں سیرت پر سب سے پہلی کتاب کے حوالے سے دو الگ الگ تحقیق سامنے آئی ہیں، کچھ محققین کا کہنا ہے کہ حیدرآباد کے قاضی بدرالدولہ کی 'فوائد بدریہ' سیرت پر سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، دوسری تحقیق یہ ہے کہ محمد باقر آگاہ نے 'ریاض

السیر' نام سے جو کتاب لکھی تھی وہ پہلی نثری سیرت ہے۔ دوسری کتاب مفتی عنایت اللہ کاکوروی کی 'تواریخ حبیب الٰہ' ہے جو انہوں نے جزائر انڈومان میں زمانہ اسیری میں لکھی۔ اس کے بعد عربی اور فارسی کتب سیرت کا اردو ترجمے کا دور شروع ہوا جس میں مشہور و معروف کتاب 'زاد المعاد' کا اردو ترجمہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے کیا جو ادھورا سمجھا جاتا ہے۔

یہ سلسلہ ملک کی پہلی جنگ آزادی یعنی ۱۸۵۷ء تک چلتا رہا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد اردو نثر نگاری میں زبردست موڑ آیا اور سیرت نگاری نے باقاعدہ فن کی حیثیت حاصل کر لی۔ اردو ادب کی تاریخ میں سیرت کے عنوان پر اولین اور مشہور ترین کتابوں میں سے ایک قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی کتاب ''رحمت اللعالمین'' ہے۔ سیرت پر لکھی گئی سب سے مشہور کتاب علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ ہے۔ اردو سیرت نگاری میں اس کتاب کو بہت اونچا مقام حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد سیرت نگاری پر نثر اور نظم دونوں اصناف سخن میں بڑے پیمانے پر کتابیں لکھی جانے لگیں۔

۲) تحقیق کے مسائل اور مفروضات

(Research Problem and Hypothesis Statement)

تحقیق (Research) عربی زبان سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے دریافت کرنا، کھوج کرنا، چھان بین یا تفتیش کرنا اور یہ معنی خود بھی بڑے معنی خیز ہیں۔ تحقیق کا مطلب ہے مسائل کو حل کرنے کیلئے بہت احتیاط کے ساتھ مختلف طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے تجزیاتی مطالعہ کرنا، جس سے مسئلے کا حل یا خود مسئلہ کھل کر سامنے آجائے۔ کسی بھی موضوع پر تحقیق کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں ہوتا لیکن مستقل، محنت، لگن اور جستجو کے بعد کامیابی کی صورت میں جو اعزاز و اکرام ملتا ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔

اپنے تحقیقی مقالہ کیلئے میں نے بہت حساس موضوع یعنی سیرت نگاری کو منتخب کیا ہے۔ میرا عنوان ''۱۹۸۰ء کے بعد سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ'' (منتخب سیرت نگاروں کے حوالے سے) ہے۔ اس مقالہ میں ۱۹۸۰ء کے بعد سیرت نگاری پر اردو زبان میں لکھی جانے والی کتابوں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۰ کے بعد زمانہ نے جس تیز رفتاری سے ترقی کی ہے اس کے اثرات انسان کی ذاتی زندگی پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ ایک طرف جہاں انسان جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے ترقی کرتے ہوئے مصروف سے مصروف ترین ہوتا جارہا ہے وہیں اس کی ذاتی زندگی سے چین و سکون ختم ہوتا جارہا ہے۔ گلوبلائزیشن اور مصنوعی ذہانت کی وجہ سے انسان کی سماجی زندگی دن بہ دن ختم ہوتی جارہی ہے۔ دور حاضر میں ارتداد اور لامذہبیت جیسے فتنوں میں انسان گھرتا چلا جارہا ہے۔ ایسے پرفتن دور میں نئے سیرت نگاروں نے نئے زمانے کے مسائل کا حل سیرت کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے جس کا اس مقالہ میں احاطہ کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد لکھی جانے والی سیرت کی کتابوں میں ایک انتہائی اہم کتاب ''الرحیق المختوم'' ہے۔ اس کتاب کو عالمی سیرت نگاری مقابلہ میں اول مقام حاصل ہوا ہے۔

میرے لئے یہ موضوع جتنا وسیع اور دلچسپ ہے اتنا ہی نازک بھی ہے اور اس میں تھوڑی سے بھی غلطی کی کوئی

گنجائش ہی نہیں ہوگی۔ سیرت نگاری کی باریکیوں کو سمجھتے ہوئے میں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس بات کی حتی الامکان کوشش کی ہے کہ سیرت کی تمام کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد حاصل شدہ نتائج کو پیش کرنے میں ادب واحترام کا بھی خیال رکھوں۔

۳) تحقیق کے اغراض ومقاصد

(Research aim and Objectives)

تحقیق وتفتیش ایک فرد یا قوم کو آگے بڑھاتی ہے اور اس کے روزمرہ مسائل کو حل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ تیز رفتاری سے آگے بڑھنا ترقی کے منازل طے کرنا اور نت نئے مسائل کا حل نکالنا تحقیق وتفتیش کا خاصہ ہے۔ دور حاضر میں انسانی زندگی بے شمار مسائل سے دوچار ہوچکی ہے ایسے میں قرآن کے بعد سرور عالمؐ کی تعلیمات ہی انسان کو صحیح راہ اور پرسکون زندگی کا ضامن ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ ۱۹۸۰ء کے بعد سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں انسانی زندگی کو درپیش مسائل کا حال ڈھونڈا جائے اور اس کا تجزیہ پیش کیا جائے۔ اس مقالہ میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا جس سے حسب ذیل معلومات حاصل ہوں گی۔

۱) اردو ادب میں سیرت نگاری کا آغاز وارتقا سے متعلق معلومات حاصل ہوگی۔

۲) نبی کریمؐ کی پیدائش سے قبل عرب کے حالات، نبیؐ کے حالات زندگی سے واقفیت ہوگی۔

۳) سیرت پر لکھی گئی مختلف کتابوں کا تجزیاتی مطالعہ ہوگا۔

۴) دور حاضر میں سیرت کی ضرورت اور اہمیت کا پتہ چلے گا۔

۵) مختلف سیرت نگاروں کے اسلوب سے متعلق معلومات۔

۶) سیرت پر لکھی گئی کتابوں کے مختلف رجحانات کا علم ہوگا۔

۷) اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں کی جانے والی گستاخیوں خلاف علما اور مسلم دانشوروں کا طرز عمل اور ان کی تحریریں۔

۴) تحقیق کا طریقۂ کار:

(Research Design & Methodology)

اس مقالہ میں تحقیق کے معیاری ومسلمہ (Standard) طریقہ کار (Methodology) کو اپنایا گیا ہے۔ میرے موضوع کا تعلق سیرت نگاری سے ہے۔ اس لئے شروعاتی ابواب میں اردو ادب میں سیرت نگاری کے آغاز وارتقاء، آزادی سے قبل اردو میں سیرت نگاری کی روایت، آزادی کے بعد سیرت نگاری کے رجحانات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد اصل موضوع کا مطالعہ وجائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اصل موضوع میں ۱۹۸۰ء کے بعد اردو ادب میں سیرت

نگاری کے تحت نمائندہ سیرت نگاروں کی خدمات سیرت اور رجحانات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔آخر میں ماحصل کے طور پر اردو میں سیرت نگاری کی اہمیت خصوصیات، قدر و قیمت اور نمائندہ سیرت نگاروں کی خدمات سیرت پر مجموعی اظہار خیال کیا گیا ہے۔اس تعلق سے مختلف مقامات پر قرآن، حدیث اور کتب سیرت کے حوالے دئے گئے ہیں۔

اس مقالہ کی تکمیل کیلئے مختلف مقامی اور غیر مقامی لائبریروں، رسالوں، اخبارات، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ساتھ ہی موضوع سے متعلق رسالے، جرائد، تنظیموں اور اداروں اور اہم شخصیات وغیرہ سے بھی مدد حاصل کی گئی ہے۔سیرت پر لکھی گئی کتابوں کا تجزیاتی مطالعہ کر کے نوٹ تیار کئے گئے ہیں اور اس کا خاکہ تیار کیا گیا ہے۔خاکہ مکمل ہونے کے بعد اس کی دوبارہ جانچ کی جائے گی اور رہی سہی غلطیوں کو درست کر کے فائنل مقالے کی شکل دی جائے گی۔

۵)حد تحقیق

(Scope & Limitation)

اس مقالہ میں 'اردو ادب میں سیرت نگاری' کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے اور خصوصی طور پر برصغیر کے منتخب سیرت نگاروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔سیرت نگاری کا اردو ادب میں انتہائی اہم مقام ہے اس لحاظ سے مختلف ادوار میں سیرت نگاری کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔سیرت کی جن کتابوں کو عالمی سطح پر سراہا گیا ہے ان سے متعلق تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔۱۹۸۰ کے بعد کے دور کو اردو سیرت نگاری کا اہم ترین دور کہا جاتا ہے اس دور میں سیرت نگاری کے مختلف رجحانات وجود میں آئے اور نئی نئی تکنیکوں کا استعمال کیا گیا جس کے پیش نظر نمائندہ سیرت نگاروں کے حوالے سے ان کی خدمات سیرت کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۶)مجوزہ ابواب (Proposed Chapters)

یہ مقالہ درج ذیل ابواب پر مشتمل ہے

نمبر	عنوان
باب اول	اردو میں سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء
باب دوم	اردو ادب میں سیرت نگاری شبلی کے عہد میں
باب سوم	اردو ادب میں سیرت نگاری آزادی تک
باب چہارم	سیرت نگاری ۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۰ء

باب پنجم	۱۹۸۰ء کے بعد نمائندہ سیرت نگاروں کی سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ ۱۔الرحیق المختوم (صفی الرحمان مبارکپوری) ۲۔ہادیٔ عالم (مولانا ولی رازی) ۳۔ہمارے رسول پاکؐ (طالب الہاشمی) ۴۔پیغمبر انقلابؐ، سیرت پاک کا علمی و تاریخی مطالعہ (مولانا وحید الدین خان) ۵۔حیات محمدؐ: (محمد حسین ہیکل) [ترجمہ: مولانا ابو یحییٰ خان نوشہری] ۶۔ضیاالنبیؐ (پیر کرم علی شاہ) ۷۔عہد نبوت کا نظام حکومت (مولانا یاسین مظہر صدیقی) ۸۔رسول اکرم اور خواتین: ایک سماجی مطالعہ (مولانا یاسین مظہر صدیقی) ۹۔دیگر کتب سیرت
باب ششم	تحقیق کا ماحصل
کتابیات	

باب اول: اردو میں سیرت نگاری کا آغاز وارتقاء

ماضی کی شاندار روایات کو یاد رکھنا، اور آبا و اجداد کے محاسن و مفاخر کو بیان کرنا قدیم زمانہ سے دنیا کی قوموں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔عربوں کے یہاں اس کا خاص اہتمام تھا۔ وہ اپنے قصائد و اشعار، اور قصوں کے ذریعہ آنے والی نسلوں کو آبائی اور قبائلی روایات سے آگاہ کرتے تھے۔ اسلامی دور آیا تو جاہلی، قبائلی اور نسلی جنگوں کی جگہ اسلامی جہاد و غزوات نے لے لی اور صحابہ و تابعین نے سیر و مغازی کا ذکر عام کیا اور یہیں سے مغازی اور سیرت النبیؐ کی شروعات ہوئی۔علم سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم ایک ملت اور آخری نبیؐ کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے تمام امور کی ایک انتہائی دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔صحابہ تابعین، تبع تابعین اور اولیا اللہ سے یہ سلسلہ چلتے ہوئے ہندوستان تک پہنچتا ہے جہاں شروعاتی دور میں منظوم سیرت نگاری کو فروغ ملا پھر ترجمہ نگاری کے ذریعے عربی اور فارسی کی کتابیں اردو میں ترجمہ کی گئیں اور ۱۸۵۷ کے بعد ہندوستان میں باضابطہ طور پر سیرت نگاری کا آغاز ہوا۔

ہندوستان میں عالموں، ادیبوں اور شاعروں کی عربی، فارسی اور اردو تخلیقات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ چاہے وہ قرآنی علوم ہوں یا تفسیر و حدیث لغت عربی ہو یا فقہ، طب یونانی کی نشونما ہو یا تاریخ نویسی، ہر موضوع پر ہندوستانی عالموں اور دانشوروں کی اس قدر اور اس پائے کی تصانیف ہیں کہ ہندوستانی مسلمان بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ علوم اسلامیہ کی خدمت میں وہ اسلامی ممالک سے پیچھے نہیں ہیں۔تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ

چلتا ہے کہ اردو نثر میں مذہبی تصانیف کا آغاز عین الدین گنج العلم اور ان کے بعد خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے رسالوں[1] سے ہوا۔

پہلے باب میں ہم نے اردو ادب میں سیرت نگاری کے آغاز و ارتقا سے قبل سیرت نگاری کی تاریخ پر روشنی ڈالی اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے ہوتے ہوئے ہندوستان کے اولیا کرام تک کے دور میں سیر و مغازی پر لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ لیا ہے۔ اردو ادب کے قدیم ذخیرے کا جائزہ لیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ سیرت النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کے ابتدائی دور میں بھی کوششیں ہوئیں، چناں چہ عبدالملک بھروچی نے ۱۰۰۹ھ میں مولود نامہ عبدالملک کے نام سے دکنی اردو میں ڈھائی سو اشعار کی مثنوی لکھی ہے۔ اس میں حضور سرور کائنات ﷺ کی ولادت کے حالات احادیث کی سند کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف شاعروں نے جن میں مختار، لطیف اور قلی قطب شاہ وغیرہ نے مولونود نامے، وفات نامے اور معراج نامے وغیرہ کے ذریعے منظوم انداز میں سیرت لکھ کر عشق رسول کا ثبوت دیا۔ یہیں سے منظوم سیرت نگاری کا غاز ہوا۔

نثر کا آغاز تیرہویں صدی ہجری سے ہوا۔ اردو نثر کے ارتقائی سفر میں کتب سیرت خاصی تاخیر سے شامل ہوئی ہیں۔ اردو میں اگرچہ منظوم کتب سیرت کا آغاز گیارہویں صدی ہجری سے ہو چکا تھا۔ لیکن نثر میں اس کی ابتدا تیرہویں صدی ہجری سے ہوئی اور اس سلسلہ میں بھی پیش قدمی کا شرف علاقہ دکن کو حاصل ہوا۔ اردو نثر میں سیرت پر سب سے پہلی کتاب کے حوالے سے دو الگ الگ تحقیق سامنے آئی ہیں، کچھ محققین کا کہنا ہے کہ حیدرآباد کے قاضی بدرالدولہ کی 'فوائد بدریہ' مانی جاتی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، دوسری تحقیق یہ ہے کہ محمد باقر آگاہ نے 'ریاض السیر' نام سے جو کتاب لکھی تھی وہ پہلی نثری سیرت ہے۔ نظم و نثر کا یہ سلسلہ ۱۸۵۷ تک چلتا رہا، اس دور میں نثر پر اردو میں سیرت کی بہت کم کتابیں منظر عام پر آئیں۔ پھر اس کے بعد عربی اور فارسی سے اردو میں کتابیں ترجمہ ہونے لگیں۔

باب دوم: اردو ادب میں سیرت نگاری شبلی کے عہد میں

پہلی جنگ آزادی کے بعد کا دور ہندوستان میں اردو سیرت نگاری کیلئے اہم ترین دور سمجھا جاتا ہے۔ اس باب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ۱۸۵۷ کے بعد اردو زبان اور مسلمانوں کو درپیش مسائل کا احاطہ کیا جائے اور ملک میں بڑھتے انگریزوں کے مظالم اور سازشوں کے خلاف علماء کرام کی کوششوں اور علی گڑھ تحریک کی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے۔ اس باب میں خاص طور سے سرسید احمد خان، علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، مولانا الطاف حسین حالی، مولوی چراغ علی اور مولانا عبدالحلیم شرر وغیرہ کی خدمات سیرت کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۱۸۵۷ کے انقلاب کے بعد اردو نثر کافی متاثر ہوئی اور خاص بات یہ ہے کہ سیرت نگاری نے اسی دور میں باقاعدہ فن کی حیثیت حاصل کر لی۔ سیرت کی نگارش جو صرف پیغمبر اسلام کے تئیں جوش عقیدت کی ترجمانی کرتی تھی اور ادب کے روایتی طرز ہی کو اظہار خیال کا وسیلہ بناتی تھی۔ جہاں صحیح روایتیں کم ہوتی تھیں اور مبالغہ آرائی اہم اور نمایاں

حیثیت رکھتی تھی، دماغی صلاحیت پر دلی جذبات حاوی تھے اور جذبات کی ترجمانی ہی سیرت نگاری کا حاصل تھا۔ اسی[1] سیرت نگاری نے اب مناظرانہ طرز اور استدلالی انداز اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس دور میں بحث ومباحثہ اور مناظرہ بازی کا بھی بازار گرم تھا۔ مشرق ومغرب، قدیم وجدید، مذہب وسائنس اور اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک طویل بحث اس دور میں نظر آتی ہے۔ اردو کے حساس ذہن ادیب اس تصادم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کے لئے یہ بات ناممکن تھی کہ وہ خاموش تماشائی بن کر رہ جائیں۔ اس لئے انہوں نے بھی اس بحث میں اپنی تصانیف کے ذریعہ حصہ لیا۔ ایسے پرفتن حالات میں اردو کے نامور ادیبوں نے جو بعد میں موقر سیرت نگار بھی تسلیم کئے گئے اپنے اپنے حصے کا تصنیفی فریضہ انجام دیا۔ جن کی خدمات سیرت درج ذیل ہے۔

سرسید احمد خان بنیادی طور پر سیرت نگار نہیں تھے لیکن اس دور میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف مستشرقین کی شر انگیزیوں کو دندان شکن جواب دینے کیلئے انہوں نے قلم اٹھایا۔ مشہور مستشرق ولیم میور کی کتاب 'لائف آف محمدؐ' کی زہر افشانی کا مدلل جواب دینے کیلئے سرسید احمد خان نے خطبات احمدیہ نام سے کتاب لکھی۔

مولانا شبلی نعمانی کا سیرت پر قلم اٹھانے کا باعث یہ ہوا کہ ۱۹۰۵ء میں آکسفورڈ کے پروفیسر مارگولیتھے نے 'محمد ﷺ' کے زیر عنوان ایک زہریلی کتاب لکھی، جس میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کتاب نے شبلی کو بری طرح بے چین کر دیا تھا۔ چناں چہ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں سیرت نبوی پر ایک محققانہ کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور سیرت النبی کی ۲ رجلدیں مکمل کرنے کے بعد شبلی نعمانی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے اس مشن کو معروف عالم دین سید سلیمان ندوی نے پورا کرتے ہوئے سیرت النبی کی ۷ رجلدیں مکمل کیں۔

مولانا الطاف حسین حالی بھی اسی دور کے اہم سیرت نگار گزرے تھے۔ ان کے دور میں پادری عماد الدین نے آنحضرتؐ کی سوانح حیات کے موضوع پر ایک کتاب 'تاریخ محمدی' ۱۸۷۱ء میں شائع کی تھی جس میں حضور اکرمؐ کی ذات اقدس پر نہایت ہی رکیک الزامات عائد کیے تھے۔ مولانا حالی اس کتاب کو دیکھ کر شدید صدمہ سے دوچار ہوئے اور فوراً اس گستاخ کی کتاب کا معقول جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ مولانا نے پادری کی ۳۱۲ رصفحات پر مشتمل کتاب تاریخ محمدی کے جواب میں صرف ۲۵ رصفحات پر مشتمل 'تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے' نامی کتاب لکھی جو ردعسائیت اور اعتراض والزامات کا بھرپور جواب کے بجائے تبصرہ کی شکل میں موجود ہے۔

جس طرح مولانا الطاف حسین حالی نے پادری عماد الدین کی کتاب کے جواب میں ۲ رکتابیں تحریر کیں اسی طرح مولوی چراغ علی نے بھی پادری عماد الدین کی تحقیق الایمان، ہدایت المسلمین اور تاریخ محمدی جیسی کئی کتابیں جو اسلام کی مخالفت اور عیسائیت کی موافقت میں لکھی گئی تھیں کے جواب میں 'تعلیقات' نامی کتاب کے ذریعے پادری عماد الدین کے بیجا الزامات کا صاف وشفاف جواب دیا۔ یہ کتاب ۱۸۷۲ء میں لکھنو سے شائع ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ علی گڑھ تحریک کے دوران اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جاری سازشوں کا دندان شکن جواب دینے کیلئے اس دور کے علماء اور نامور ہستیوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سیرت پر مستند اور مدلل کتابیں تحریر کیں۔ یہ دور

ہی مناظرہ نگاری کا دور تھا اس لئے اس دور میں زیادہ تر کتابیں اسی طرح کی نظر آتی ہیں۔

باب سوم: سیرت نگاری آزادی تک

۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء کے زمانہ کو اردو میں سیرت نگاری کا عہد زریں سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں لکھی گئیں۔ آزادی سے قبل مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے مسلم نوجوان گمراہی کا شکار ہو رہے تھے ایسے پرفتن ماحول میں اسلام کی مستند تعلیمات مسلمانوں تک پہنچانے کی غرض سے سیرت پر کتابیں لکھنے کے رجحان میں تیزی سے اضافہ ہوا۔

سیرت نگاری کے اس عہد زریں میں اردو میں کئی ایسی کتابیں لکھی گئیں جو فنی اعتبار سے اردو ادب کا انمول سرمایہ ثابت ہوئیں۔ اس دوران ایسے سیرت نگار بھی سامنے آئے جنہوں نے سیرت نگاری کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا اور کچھ سیرت نگاروں نے سابقہ سیرت نگاروں کی پیروی کی ہے تو بعض سیرت نگاروں نے جدید افکار و نظریات کی روشنی میں سیرت النبیؐ کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال اس دور میں سیرت نگاری کے حوالہ سے قابل قدر کام ہوا ہے۔ اس دور میں لکھی جانے والے مشہور و معروف کتب سیرت کا اس باب میں جائزہ لیا گیا ہے۔

اس دور کی شروعاتی کتابوں کا رجحان بھی مناظرانہ ہی رہا۔ جس میں سب سے اہم نام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے جن کی مقدس رسول (مطبوعہ: ۱۹۲۴ء) کی ایک اہم تصنیف ہے۔ ایک گمنام آریہ نے 'رنگیلا رسول' کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی جس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ نے 'مقدس رسول' لکھی۔ اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر بے جا قسم کے اعتراضات کے جوابات پیش کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سید سلیمان ندوی نے 'خطبات مدراس' (۱۹۴ صفحات) لکھی جو نوجوانوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے تعلق سے مستند معلومات پہنچانے کی غرض سے دئے گئے خطبات پر مبنی ہے۔

چوں کہ اس دور کو سیرت نگاری کا عہد زریں کہا جاتا ہے اس لئے اس عہد میں مناظرانہ سیرت نگاری کے علاوہ مختلف رجحانات پر بھی بے شمار کتابیں لکھی گئیں جن کا احاطہ اس باب میں کیا گیا ہے۔ اس دور کے عظیم سیرت نگاروں میں فکر اسلام اور معروف عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی کا بھی شمار ہوتا ہے۔ 'نشر الطیب فی ذکری النبی الحبیب' سیرت پر لکھی ہوئی مولانا کی ایک نایاب کتاب ہے۔ اس میں علوم سیرت اور سیرت کے اسرار و حکمت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے نشر الطیب تحریر کرنے کی وجوہات، فصلوں میں تقسیم اور ماخذات کا ذکر کیا ہے، جب کہ خاتمہ میں اپنے رسالہ، زاد السعید سے درود شریف کی چالیس احادیث درج کی ہیں۔ متن میں مشہور کتب احادیث کے حوالے بھی ہیں اور کتب سیر کے بھی۔

اردو سیرت کی کتابوں میں مفتی عنایت احمد کاکوروی کی 'تواریخ حبیب اللہ' کے خاصے حوالے دیئے گئے ہیں اور عربی کتب سیرت میں تمام تر انحصار سیرت ابن ہشام اور زاد المعاد (ابن قیم) پر کیا گیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی

حیثیت اس کتاب میں مصنف سے زیادہ مؤلف کی ہے کیونکہ مذکورہ بالا کتابوں کی روایات اور بیانات کو من وعن نقل[1] کیے گئے ہیں۔اس کتاب کی زبان بڑی سادہ وسلیس ہے اور یہ اپنے مقصد تالیف کے عین مطابق ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی نے سیرت کی مستند کتابوں کے حوالے 'سیرت خاتم الانبیاء' اس کتاب کو ۱۹۲۶ء میں مرتب کیا تھا۔بچوں کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نے اس کتاب کو تحریر کیا جس کی وجہ سے یہ کئی مدارس اور اسکولوں کے نصاب میں شامل کی گئی۔مولانا نے خود دیباچہ میں کتاب لکھنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:اردو زبان میں بھی قدیم وجدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں جو اہل ہند کی طرف سے اس فریضہ کو ادا کر چکی ہیں۔لیکن میری نگاہ عرصہ سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد عورت مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے اور اسوۂ نبویہ کو اپنا رہنما بنا سکے۔اسلامی انجمنوں کے مدارس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کا اجمالی نقشہ مکمل طور سے پیش کر دیا گیا ہو۔اس لئے بنام خدا قلم اٹھایا اور امور ذیل کا التزام کرتے ہوئے سیرت کی تمام کتابوں کا لب لباب اس رسالہ میں پیش کر دیا۔''

''اصّح السیر'' کا شمار اردو زبان کی اہم ترین کتب سیرت میں ہوتا ہے۔اس کے فاضل مصنف مولانا حکیم ابو البرکات عبدالرؤف داناپوری ہیں،جن کی وجہ شہرت یہی کتاب ہے۔''اصّح السیر'' ۱۹۳۲ء میں منظرِ عام پر آئی۔مغازی کے معاملہ میں اس کتاب کو نمایاں مقام حاصل ہے۔اس کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اولین اور مرکزی مآخذ حدیث کو قرار دیا ہے۔اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب عام کتب سیرت سے بالکل مختلف ہے مولانا نے اس کتاب میں دیگر مؤلفین کے برخلاف مغازی کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہوئے تمام غزوات کو صحیح ترتیب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور چھوٹے چھوٹے سرایا کو بھی ضبط تحریر لانے کی سعی کی ہے۔اس طرز سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لیے تیر وتلوار کا استعمال کرنا کوئی عیب اور جرم نہیں بلکہ حالات کے اعتبار سے مستحسن و مطلوب ہے۔

'النبی الخاتم' یہ کتاب ۱۹۲ر صفحات پر مشتمل ہے جس کو مولانا گیلانی نے دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔گیلانی صاحب نے تالیف کتاب میں واقعات سیرت کو ترتیب وتسلسل کے ساتھ جمع نہیں کیا بلکہ حیات طیبہ کے خاص خاص اور منتخب پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔کتاب بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے،مکی اور مدنی دور۔مصنف نے مکی دور کو دل کی زندگی اور مدنی دور کو دماغی زندگی قرار دیا ہے۔کیوں کہ مکی دور کی دوڑ دھوپ کا تعلق دل سے اور مدنی دور کے داؤ پیچ کا تعلق دماغ سے تھا۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک عمدہ کتاب ''سیرت المصطفیٰ'' تصنیف کی ہے۔یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔پہلی جلد میں ۴۷۳ر،دوسری جلد میں ۴۶۹ر اور تیسری جلد میں ۵۸۳ر صفحات ہیں۔مولانا نے اس کتاب میں شبلی نعمانی کی سیرت سے کافی استفادہ کیا ہے۔مصنف نے حوالوں کی پابندی، مصادر کی مراجعت،امہات الکتب سے استفادہ کے ساتھ حضور پرنورؐ کی زندگی کے ہر مرحلہ پر سیر حاصل بحث کرنے کی

کوشش کی ہے۔سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ:’اس دور میں اگر چہ سیرت نبوی پر چھوٹی اور[1] بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں۔لیکن ان کے مولفین اور مصنفین زیادہ تر فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے اس قدر مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ آیات اور احادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کردیں اور انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرادیں کہ عیاذ باللہ آنحضرتؐ کا کوئی فعل مغربی تہذیب وتمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا۔اس لئے اس ناچیز نے یہ ارادہ کیا کہ سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے کہ جس میں اگر ایک طرف غیر مستند روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر کسی روایات کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں ان کی خاطر کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اس حدیث کو غیر معتبر بنانے کی کوشش کی جائے۔اس ناچیز کا مسلک یہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔‘‘ جہاد کے بارے میں بھی بعض اردو سیرت نگاروں کا رویہ مخالفین اسلام کے سامنے خاصا معذرت خواہانہ ہے انہوں نے اسلامی جہاد کو دفاعی جنگ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔مولانا کاندھلوی نے یہاں بھی دوٹوک انداز میں بات کی ہے۔

اردو سیرت نگاری میں ۱۸۵۷ء سے قبل بڑے پیمانے پر مولود نامے لکھے گئے لیکن علی گڑھ تحریک کے بعد سیرت نگاروں نے نثر نگاری کی جانب توجہ مبزول فرمائی۔لیکن بعد کے دور میں بھی کچھ مولود نامے لکھے گئے جو عوام میں کافی مقبول ہوئے جن میں علامہ راشد الخیری کا نام اہمیت کا حامل ہے۔انہوں نے لڑکیوں کی دینی تعلیم کی جانب خصوصی توجہ دی۔علامہ راشد الخیری چاہتے تھے کہ سیرت پر ایسی کتاب لکھی جائے جو مستند ہو،لڑکیوں کیلئے بہترین تحفہ ثابت ہو اور خاص طور سے برادران وطن کو بھی یہ متاثر کرے۔اسی غرض سے انہوں نے ایک مولود نامہ ”آمنہ کال“ عنوان سے حضورؐ کی محبت وعقیدت میں لکھا۔یہ مولود نامہ اردو کے دیگر میلاد ناموں سے کافی مختلف ہے۔مولانا مولود شریف کی محفلوں کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں احتیاط سے کام لیں اور توقیر وعظمت کا بھی پاس رہے اور آپ ﷺ کی شان میں ایسی بات نہ کہی جائے جو غیر مستند ہو۔آمنہ کا لال سیرت کے منتخب پہلوؤں پر لکھی جانے والی ایک مخصوص کتاب ہے۔

جس طرح علامہ راشد الخیری کی خواہش تھی کہ ایسا مولود نامہ تحریر کیا جائے جو تمام خرافات اور مبالغات سے پاک ہو اسی طرح کی فکر مولانا سید ایوب احمد صبر شاہجہاں پوری کی بھی تھی۔ان کا یہ احساس تھا کہ عربی زبان میں بہت ضخیم کتب سیر وتاریخ موجود ہیں،جن میں آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی کا ایک دفتر بے پایاں محفوظ ہے لیکن عام مسلمان اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے ان تصانیف سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ان کے خیال میں قدیم تعلیم یافتہ مسلمان اگر یہود ونصاری کے ذریعے اسلام میں داخل ہونے والے غیر مستند روایات کے اسیر تھے تو جدید تعلیم یافتہ حضرات سر ولیم میور جیسے عصبیت مآب شخص کو اپنا رہنما بنائے ہوئے تھے۔مصنف نے محسوس کیا کہ ایسی کتابوں کی بہر حال ضرورت ہے جن میں آپ ﷺ کے مستند حالات زندگی خلاق وشمائل مختصر طور پر مذکور ہوں تا کہ وہ میلاد شریف کی مجالس میں پڑھے جائیں اور ایسے غریب عوام جو کتاب خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

مولانا کی خواہش تھی کہ کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے، جو محافل میلاد میں پڑھنے کے قابل بھی ہو اور اس میں تحقیق و تدقیق سے کام لے کر آنحضرت ﷺ کے سچے واقعات درج کیے جائیں اور اسی خواہش کی تکمیل ان کی شہرت یافتہ کتاب "آفتاب نبوت" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۱۷ء میں منظر عام پر آئی۔ ۱۲۸ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب روایتی مولود ناموں کے انبار میں ایک الگ مقام کی حامل ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد مسلم نوجوانوں کو اسلام سے دور کرنے اور ان میں غلط فہمیاں پھیلانے کی غرض سے عیسائیوں اور مستشرقین کی جانب سے باضابطہ مہمات چلائی گئیں اور اس ضمن میں کئی کتابیں منظر عام پر لائی گئیں جن کے ذریعہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر رکیک حملے کئے گئے۔ بعد میں مسلم علماء اور دانشوروں نے بھی ان حملوں کا مستند اور مدلل جواب دیتے ہوئے کئی کتابیں تحریر کیں۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں برقرار رہا جہاں بعض غیر مسلم مصنفین جنہوں نے آریہ سماج کے اٹھائے ہوئے طوفان کی رو میں بہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انتہائی دل آزار کتابیں لکھیں جن میں رنگیلا رسول کتاب سرفہرست ہے۔ علماء کی جانب سے اس کتاب کا مدلل جواب دیا گیا۔ ساتھ ہی علماء نے اس طرح کی فتنہ انگیزی کو روکنے کیلئے اپنی جانب سے ہر ممکن کوششیں کیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں اور سکھوں کی جانب سے سیرت پر غیر متعصّبانہ کتابیں منظر عام پر آنے لگیں۔

بیسویں صدی میں غیر مسلمین کی جانب سے بعض کتب سیرت اتنے ہمدردانہ، مخلصانہ اور والہانہ انداز میں تحریر کی گئیں کہ یہ یقین کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ آیا یہ مسلمانوں نے ہی لکھی ہیں یا غیر مسلم نے۔ ہندوستانی غیر مسلموں کی طرف سے آنحضرتؐ کی حمایت میں کتب سیرت لکھنے یا دوسری زبانوں سے اردو میں ترجمہ کرنے کی ابتدا انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی ایک مثال ۱۸۹۲ء میں رام گولائی کی 'سوانح عمری محمدؐ' ہے۔ بیسویں صدی میں سیرت پر لکھی جانے والی کتابوں میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ جن میں شردھے پرکاش جی کی ''حضرت محمد صاحب، بانی اسلام'' (۱۹۰۷ء)، جی ایس دارا کی ''رسول عربی'' (۱۹۲۳ء)، سوامی لکشمن پرشاد کی ''عرب کا چاند'' (۱۹۳۲ء)، پنڈت سندر لال کی ''حضرت محمد اور اسلام'' اسی طرح رگھوناتھ سہائے کی ''پیغمبر اسلام''، گووند رام سیٹھی کی ''چار مینار'' (۱۹۴۳) اور ''حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری'' از پروفیسر لاجپت رائے نیر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

باب چہارم: اردو ادب میں سیرت نگاری ۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۰ء

آزادی سے قبل جن حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیرت پر کتابیں لکھی گئیں تھیں اس طرح کے حالات آزادی کے بعد نہیں تھے۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد بہت کچھ بدل چکا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد برصغیر کے مسلمان دو ٹکڑوں میں بٹ گئے اور دونوں جگہ انہیں نئے حالات اور نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ تقسیم کا درد، اپنوں سے دوری اور اقلیت میں آجانے کے باوجود ہندوستان کے مسلمانوں کی اسلام اور بانی اسلام کے نام پر مر مٹنے کا جذبہ اور محبت کسی طرح بھی کم نہیں ہوئی، بلکہ فرقہ وارانہ فسادات کے باوجود یہاں کے مسلمانوں نے زیادہ شدت کے ساتھ اسلام کو سینے سے لگایا۔ علماء نے

زبان اور قلم سے دین کی بھرپور خدمت انجام دی اور مسلمانوں کا نبیؐ سے روحانی رشتہ مستحکم کرنے کے لیے سیرت پر[1] خاصی تعداد میں کتابیں لکھیں۔ اس دور میں سیرت پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں اور پہلے لکھی جانے والی کتابوں میں نمایاں فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔

وقت اور حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی مختلف تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سیرت نگاری کے نئے انداز بھی اس دور ہی میں آزمائے گئے ہیں جس سے اس صنف کی ادبی حیثیت میں اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً صرف آیات قرآنی کی روشنی میں سیرت نگاری جیسے "خطبات ماجدی"، تمثیلی انداز میں سیرت جیسے قاری محمد طیب کی ''آفتاب نبوت'' خالص ناول کے انداز میں لکھی گئی ماہر القادری کی "دریتیم" وغیرہ۔ بچوں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے تالیفات سیرت، دیگر زبانوں میں لکھی ہوئی کتب سیرت کے اردو تراجم اور اردو میں ہی لکھے گئے مختلف مضامین سیرت کے جمع و ترتیب کے کام آغاز بھی اس دور میں نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی وقت کی اصلاحی تحریکوں اور فقہی دبستانوں کے اثرات بھی اپنی موجودگی درج کراتے ہیں۔ عورتوں، نوجوانوں اور بچوں کے لیے الگ کتب سیرت تالیف کی گئیں۔ تاریخ اسلام کی کتابوں میں عہد نبوی کے واقعات کے لیے الگ حصے وقف کیے گئے۔ فارسی، انگریزی، عربی اور دیگر یورپین زبانوں میں لکھی گئی اہم کتب سیرت کے اردو میں تراجم کیے گئے۔

اس دور میں بہت ساری ایسی کتابیں منظر عام پر آئیں جو مختلف رجحانات کے پیش نظر لکھی گئیں اور ان کتابوں کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ معروف اسکالر نعیم صدیقی نے سیرت کے موضوع پر قلم اٹھایا اور ان کی کتاب 'محسن انسانیت' کو غیر معمولی پزیرائی ملی۔ دعوتی نقطہ نظر سے لکھی گئی اس کتاب میں خاص طرز کے عنوانات تجویز کئے گئے جو پہلے وجود نہ رکھتے تھے۔ مولانا نے اس کتاب میں دعوت کا فریضہ انجام دینے کے دوران نبی ﷺ کو پیش آنے والی پریشانیوں اور مصیبتوں کی تفصیل کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کی عظیم قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے قارئین کو اس بات پر جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے کہ وقت کے نبی نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے کیلئے کس طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اور اس کے برعکس آج ہمارا کیا مقام ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ آخر میں اس کتاب کے لکھنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے قارئین سے امید کی ہے کہ وہ اس کتاب سے عزیمت و استقلال کا درس حاصل کیا جائے۔ یہ کتاب مطالعہ کے بعد قاری کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے کہ ہم تک سچا دین پہنچانے کی غرض سے اللہ کے آخری نبی ﷺ نے کن کن مشکلوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کو برداشت کیا اور ہم آج اسی دین کی کس حد تک ناقدری کر رہے ہیں اور دعوت دین کو دوسروں تک پہنچانے میں کس طرح کا رول ادا کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب سیرت کے خزانے میں ایک انوکھا اور نرالا نگینہ ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی مولانا محمد یوسف اصلاحی کی کتاب 'داعی اعظم' ہے جو دعوتی پہلو کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی زبان سادہ اور سہل ہے۔ کتاب میں اختصار کے باوجود سیرت کے پیغام کو بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مختلف مقامات پر قرآن و احادیث کے حوالوں نے اس کی علمی حیثیت میں کافی اضافہ کر دیا ہے۔

ہندوستان کی معروف اور قدیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے سیرت پر بہت کام کیا ہے یہی وجہ ہے کہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی تین کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن میں ''شان رسالت، خاتم النبین اور آفتاب نبوت'' کافی مقبول ہوئیں۔ بیشتر دینی مدارس کے نصاب میں یہ کتابیں داخل کی گئی ہیں۔آفتاب نبوت (مطبوعہ: ۱۹۵۵ء) آپ کی مایہ ناز تصنیف ہے جس میں سیرت النبیؐ پر منفرد انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ بنیادی طور پر اس کتاب میں قرآن کریم کی ایک آیت کے ذریعہ شان محمدی کی رفعت و بلندی کو واضح اور ثابت کیا گیا ہے۔جس آیت کو بنیاد بنا کر یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا ہے۔مولانا کی دیگر کتابوں کی طرح یہ سیرت بھی آپؐ کے اقوال بیان نہیں کرتی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفت عالیہ کی نشاندہی کرتی ہے۔قاری صاحب نے آفتاب کی تمثیل سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مخصوص اوصاف و مقامات پر روشنی ڈالی ہے جو نبیؐ کو اللہ کی جانب سے ممتاز طریق پر عطا ہوئے۔ان اوصاف وصفات کو ظاہر کرنے کیلئے مصنف نے اٹھائیس ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں، اس میں مصنف کا کمال یہ ہے کہ ان سارے عنوانات کا تعلق آفتاب ہی سے ہے۔

آزادی کے بعد انتہائی آسان اور سلیس زبان میں کئی سیرت نگاروں نے طبع آزمائی کی جن میں ابوسلیم محمد عبدالحئ کی تصنیف ''حیات طیبہ'' طلبہ اور کم تعلیم یافتہ افراد میں کافی مشہور و مقبول ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں مولانا ڈسٹرکٹ جیل رائے بریلوی میں نظر بند تھے۔اس دوران انھیں یہ خیال آیا کہ ان فرصت کے لمحات کو آں حضرت صلی الہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کے تحریر کرنے میں صرف کیا جائے اور اس کے ذریعہ قارئین کے سامنے اس کار عظیم اور اس تحریک کا نقشہ کھنچا جائے جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کیا۔سیرت کے عنوان پر لکھی ہوئی مولانا کی یہ کتاب ''حیات طیبہ'' ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔آسان اردو زبان میں لکھی ہوئی یہ کتاب عوام وخواص میں کافی مقبول ہوئی۔اس سے پہلے اس طرح کی آسان، عام فہم اور حضور ﷺ کے کام کی صحیح نوعیت واضح کرنے والی کتاب ہمیں اردو ادب میں نہیں ملتی۔انداز تالیف و ترتیب کے نئے پن کی وجہ سے آج بھی جبکہ کئی اور کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں یہ کتاب اپنی حیثیت اور وقعت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

ندوۃ المصنفین دہلی نے تاریخ اسلام کے ایک مختصر مگر جامع و مستند سلسلہ کی ترتیب کا پروگرام بنایا اور اس کی ذمہ داری مولانا قاضی زین العابدین کے سپرد کی گئی تو انہوں نے 'تاریخ ملت' کے زیر عنوان تین حصے مرتب کیے جو ۱۹۴۲ء تک شائع ہوئے۔ پہلا حصہ جو 'نبی عربیؐ' کے نام سے کافی مقبول ہوا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور دوسرے تعلیمی اداروں میں ہائی اسکول اور پری یونیورسٹی کے درجات میں داخل نصاب کیا گیا۔لیکن مصنف کو کتاب کی اشاعت کے بعد یہ محسوس ہوا کہ وہ صرف ہائی اسکول کے درجہ کے طلباء کی ضرورت پوری کرسکتی ہے اس کے اونچے درجوں کے لیے کافی نہیں ہے۔اس کمی کو پورا کرتے ہوئے انہوں نے 'سیرت طیبہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ' کے نام سے ۱۹۶۷ میں کتاب شائع کی۔ یہ چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں سیرت طیبہ کے جملہ اہم واقعات اور ضروری مباحث پر گفتگو کی گئی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک نیا تجربہ کرتے ہوئے صرف اور صرف قرآن کی روشنی میں سیرت النبیؐ لکھنے کا کارنامہ انجام دیا۔ 'سیرت نبوی قرآنی' نامی اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موصوف نے سیرت نبوی ﷺ کو قرآن کی روشنی میں مرتب کر کے سیرت نگاری کے ایک نئے طرز اور جہت سے اردو داں طبقہ کو آشنا کیا ہے۔ حالاں کہ اس کتاب کی تیار میں دیگر کتب سیرت کی بھی مدد لی گئی ہے۔ لیکن بیشتر واقعات سیرت آپ نے قرآنی آیات سے ہی اخذ کیے ہیں۔ اس کتاب میں اسلوب نگارش تشریحی واستدلالی پیش کیا ہے۔ اس میں بیان کردہ حالات وواقعات بڑے دلکش ودلچسپ ہیں۔ یہ کتاب خطبات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے 'خطبات ماجدی' کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۱۹۷۶ء میں سعودی عرب میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی جانب سے سیرت نگاری پر عالمی مقابلہ ہوا تھا جس میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کی کتاب 'پیغمبر اعظم وآخر' کو دوسرا انعام حاصل ہوا۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر بنیادی طور پر فلسفی تھے، اس لئے آپ کی پیغمبر اعظم وآخر دیگر سیرت کی کتابوں کے مقابلہ میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اردو سیرت نگاری میں فلسفیانہ اسلوب میں کم ہی لوگوں نے سیرت کے تعلق سے قلم اٹھایا ہے اور فلسفیانہ اسلوب کی سیرت کو عوام میں کم ہی مقبولیت حاصل ہوتی ہے لیکن نصیر صاحب کی قلم کی چاشنی ان کی اس کتاب میں عروج پر نظر آتی ہے۔ کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عہد سرسید میں لکھی گئی کتب کی طرح معذرتی میلان نہیں رکھتی، بلکہ مستشرقین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب انہی کی زبان میں دیتی ہے۔ ڈاکٹر ناصر صاحب کی کتاب پیغمبر اعظم وآخر سیرت کی کتابوں میں ایک بہترین اور معلوماتی اضافہ ہے۔ موصوف نے اس میں فلسفیانہ اسلوب اختیار کیا ہے اور زبان بھی ایسی استعمال کی ہے جو عام قاری کو بغور مطالعہ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ ہر باب کے اختتام میں موصوف نے حواشی اور تشریحات کو شامل کیا ہے۔ سیرت نگاری کے مقابلہ میں دوسرا مقام حاصل کرنے والی اس کتاب کو کتب سیرت میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

عنایت اللہ سبحانی کی معروف تصنیف ''محمد عربیؐ' سیرت نبوی میں ایک نئے انداز کی حامل کتاب ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک عربی کتاب کا نقش ثانی ہے۔ یہ کتاب اپنی سلاست وروانی اور اثر آفرینی میں نہایت بلند مقام پر فائز ہے۔ اس کو ایک بار شروع کرنے کے بعد اسے ختم کرنے تک پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ کتاب ایک عربی کتاب کی ترتیب پر ہے مگر یہ کتاب نہ تو ترجمہ ہے اور نہ ہی پوری طرح سے ترجمانی۔ چنانچہ مصنف نے ضروری اصلاح وترمیم اور حذف واضافہ سے کام لیا ہے۔ جو واقعات انھیں غیر اہم یا غیر مستند معلوم ہوئے انھیں حذف کر دیا اور جن باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا تھا، لیکن ان کے نزدیک وہ قابل ذکر تھیں، انھیں شامل کر لیا۔ موقع بہ موقع سبق آموز پہلوؤں کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مفکرین اور دانشوروں کی تقریروں اور نگارشات کو مرتبین نے یکجا کر کے کتابی شکل دی جو بہت زیادہ مقبول ہوئیں جن میں مولانا مودودی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا نام سرفہرست ہے۔ 'رسول رحمت'، مولانا ابوالکلام آزاد کے مختلف اوقات میں مختلف عنوانات کے تحت لکھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے 'الہلال' اور 'البلاغ' میں عید میلاد النبی کے موقع پر لکھے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا معمول تھا کہ وہ ربیع الاول کی تقریبات کے لئے ہر سال دو چار مقالے مختلف عنوانات پر تحریر فرماتے تھے، علاوہ ازیں قارئین الہلال والبلاغ کی طرف سے بھی تقاضہ ہوتا کہ مولانا

آزاد کے قلم سے سیرت پر لکھی ہوئی کوئی تحریر پڑھنے کو مل جائے مزید یہ کہ قارئین کی طرف سے سوالات و استفسارات آجاتے تھے، جن کا مفصل و تسلی بخش جواب دینا ان کے لئے ضروری ہو جاتا تھا، اس طرح انھوں نے سیرت طیبہ اور انبیائے کرام کے متعلق بہت کچھ لکھا اور ان کو الہلال اور البلاغ، میں بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔

اس کے علاوہ مولانا مودودی کی سیرت پر لکھی ہوئی کتاب 'سیرت سرور عالم' ان کی مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے جس کو معروف سیرت نگار نعیم صدیقی اور عبدالوکیل علوی نے مولانا کی جازات سے یکجا کر کے کتابی صورت دی۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس دور کے سیرت نگاروں میں ایک اور ہم نام علی میاں ندوی کا ہے۔ سیرت نبوی پر اردو زبان میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ کی چار علمی کاوشیں عوام و خواص میں مقبول ہوئیں۔ اس میں پہلی کتاب 'نبی رحمت ﷺ' ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب اصلاً عربی میں لکھی گئی پھر مؤلف کی دیگر کتب کی طرح ان کے برادر زادہ عزیز سید محمد حسنی نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ عربی کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن قاہرہ اور قطر سے شائع ہوا۔ مولانا ابوالحسن حسنی ندوی نے یہ کتاب اپنے بعض عرف وفادار مخلص دوستوں کے اصرار پر لکھی جن کی خواہش تھی کہ چونکہ زمانہ تغیر پذیر ہے حالات کے اعتبار سے تقاضے بدل جاتے ہیں اور سیرت پر اگرچہ بہت سی قیمتی اور انمول کتابیں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود دور حاضر کا تقاضا اور اس کی ضرورت یہ ہے کہ کوئی ایسی کتاب معرض وجود میں آئے جو جدید نافع اور قدیم صالح طرز کی جامع ہو جس میں سیرت کو نئے زمانہ پر اس طرح منطبق کیا گیا ہو کہ اس میں انحراف، بے راہ روی، کجروی اور ٹیڑھے پن کا شائبہ بھی نہ ہو۔

اس دور میں منظور سیرت نگاری پر بھی کام ہوا جس میں فوق جامی کی "محسن کونین" قابل ذکر تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ عطاء اللہ خاں عطا ٹونکی کی 'سیرت فخر دو عالم'، حکیم محمد سعید کی 'تذکار محمد'، سیماب اکبر آبادی کی 'سیرت نبوی'، رئیس احمد جعفری کی 'رسالت ماب'، عزیز الدین احمد قادری کی 'آئینہ خلق محمدی'، محمد اجمل خاں کی 'سیرت قرآنیہ'، محمد جعفر پھلواری کی 'پیغمبر انسانیت' اور احمد سعید کاظمی کی 'معراج النبی' وغیرہ قابل ذکر و اعتراف کتابیں ہیں۔

باب پنجم: منتخب سیرت نگاروں کی سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

پانچواں باب ۱۹۸۰ء کے بعد کے منتخبہ سیرت نگاروں کی سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ مقالہ کا بنیادی موضوع ہے۔ اس باب میں ان نمائندہ سیرت نگاروں کی سیرت نگاری کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن کی سیرت نگاری کو دنیا بھر میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۹۸۰ء کے بعد سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں مختلف رجحانات نظر آتے ہیں۔ جدید انسانی مصروفیات اور نفسیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتب سیرت کی ضخامت میں تخفیف اور جامعیت میں اضافہ نظر آتا ہے۔ اردو کے متعدد سیرت نگاروں نے نئے زمانے کے مسائل کا حل سیرت کی روشنی میں تلاش کر قارئین کے سامنے رکھا ہے۔ ان مسائل میں شخصی، عائلی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی تمام طرح کے مسائل شامل ہیں۔ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مقالات اور مضامین کے مجموعوں کی اشاعت بھی اس دور کی قابل ذکر دین ہے۔ ساتھ ہی بچوں کیلئے سیرت نگاری پر اس دور میں اضافہ

ہوا ہے۔بعض مصنفین نے بچوں کیلئے زبان و بیان کو انتہائی آسان اور سلیس انداز میں پیش کیا ہے۔اس کے علاوہ مختلف زبانوں سے اردو میں تراجم کے کاموں میں بھی تیزی پیدا ہوئی ہے۔اس باب کی شروعات میں ہم نے سب سے پہلے اس کتاب کا جائزہ لیا ہے جس کو عالمی سطح پر کتب سیرت کے مقابلے میں اول انعام حاصل ہوا ہے یعنی ''الرحیق المختوم''۔

الرحیق المختوم میں مولانا کا اسلوب نہایت سلیس وسادہ ہونے کے ساتھ ساتھ انقلابی اور داعیانہ بھی ہے۔اس کتاب کے ذریعے مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ سیرت نبوی کو دعوت دین اور اس کی راہ میں آنے والی مشکلات اور ثمرات دونوں کے بارے میں لوگوں کو رہنمائی حاصل ہو۔یہ کتاب ان کتب میں شمار کیے جانے کے لائق ہے جس میں استعارہ کنایہ یا محاورے وغیرہ کا استعمال نہ کر کے اصل موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔

نمائندہ کتب کے تجزیاتی مطالعہ کے تحت دوسری کتاب مولانا ولی رازی کی 'ہادی عالم' ہے۔اس کتاب کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سیرت طیبہ پر یہ پہلی غیر منقوط کتاب ہے یعنی پوری کتاب میں کوئی نقطہ نہیں ہے۔مولانا موصوف نے سیرت پر ایک ایسا نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے جو ان سے قبل کسی نے اس طرز کو اپنایا نہیں تھا۔مولانا ولی رازی کی اس انوکھی تصنیف کا جائزہ لینے کی غرض سے تجزیاتی مطالعہ کیلئے اس کتاب کا انتخاب کیا گیا ہے۔اس حصہ میں ہادی عالم کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ساتھ ہی ساتھ سیرتی ادب پر لکھی جانے والی دیگر غیر منقوط کتب سیرت کا بھی سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

نمائندہ کتب کے تجزیاتی مطالعہ کے تحت تیسری منتخبہ کتاب طالب الہاشمی کی ''ہمارے رسول پاک ﷺ'' ہے۔اس کتاب کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے سیرتی ادب پر طالب الہاشمی کی ایک سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور ۲ر کتابیں ایسی ہیں جنہیں بڑے اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ اس موضوع پر تحقیق کی جائے اور ان کی معروف کتاب 'ہمارے رسول پاک' کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے۔

اس باب کے اہم کتب کے تجزیاتی مطالعہ کے تحت چوتھی کتاب جو منتخب کی گئی ہے وہ پدم وبھوشن ایوارڈ یافتہ معروف عالم دین مولانا وحید الدین خان کی ''پیغمبر انقلاب'' ہے۔مولانا نے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے، اسلام کے متعلق غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں ہیں انھیں دور کرنے، اور دعوت دین کے لیے اپنی زندگی وقف کی۔خاں صاحب نے عصری اسلوب میں ۲۰۰ سے زائد اسلامی کتب تصنیف کی ہیں جو آپ کی علمی قابلیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔پیغمبر انقلاب سیرت پاک کا علمی وتاریخی مطالعہ مولانا وحید الدین خان کی فکری ودعوتی اور تبلیغ کے غرض سے لکھی گئی تصنیف ہے۔

سیرت طیبہ کی نمائندہ کتب کے تحت پانچوی کتاب محمد حسین ہیکل کی "حیات محمد" ہے۔اس کتاب کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اردو زبان میں لکھی جانے والی سیرتی ادب کی کتابیں مقبول ہو کر ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے ہیں اسی طرح دیگر زبانوں میں بھی کئی ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا اردو ترجمہ اردو زبان میں کافی مقبول ہوا ہے۔ایسی کتابوں کی فہرست بہت طویل ہے اور گزشتہ ابواب میں ہم مترجم کتابوں کا تذکرہ کر چکے ہیں۔حیات محمد کو منتخب

کرنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف نے اس کتاب کے ذریعے مستشرقین کی سیرت طیبہ پر لکھی ہوئی غیر مصدقہ کتابوں[1] کی تردید کی ہے اور ان کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کتاب کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے۔

نمائندہ کتب کے تجزیاتی مطالعہ کے تحت جس سیرت نگار کا ہم نے انتخاب کیا ہے وہ ہیں ''ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی ندوی۔'' آپ کو برصغیر میں "بابائے سیرت نگار" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی علمی خدمات میں سب سے ابھرا ہوا اور نمایاں پہلوان کا سیرتی لٹریچر کا گہرا مطالعہ ہے۔ سیرت اور سیرت نگاری پر مولانا موصوف کی درجنوں کتابیں اور کئی مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ صرف سیرت کے عنوان پر مولانا کی ڈھیروں کتابوں کے درمیان کسی ایک کتاب کو منتخب کرنا راقم کیلئے مشکل تھا اس لئے اس باب میں ہم ان کی کسی ایک کتاب کو منتخب نہ کرتے ہوئے ان کی مختلف کتابوں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے جن میں عہد نبوی کا نظام حکومت، جدید ہندوستان میں اردو سیرت نگاری اور رسول اکرمؐ اور خواتین: ایک سماجی مطالعہ شامل ہیں۔

۱۹۸۰ کے بعد سیرت نگاری میں نہایت تیزی سے اضافہ ہوا اور ایسی ایسی بہترین کتابیں منظر عام پر آئیں کہ اس سے قبل ان عنوانات اور رجحانات پر کبھی کام نہیں ہوا تھا۔ سارے سیرت نگاروں کو ایک باب میں سمیٹنا ممکن نہیں تھا اس لئے باب کے آخر میں ہم نے کچھ سیرت نگاروں کی کتابوں کا مختصراً جائزہ لیا ہے۔

باب ششم: ماحصل

آخری باب میں مقالے کے مشمولات کا ماحصل پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ مقالہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ادب و تحقیق کے میدان میں نیا اضافہ ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرا یہ مقالہ اردو زبان و ادب کے طلبہ و معلمین، علماء کرام اور باذوق قارئین کیلئے مفید ثابت ہوگا۔

کتابیات (Bibliography)

نمبر	کتاب کا نام	مصنف	پبلشر
۱	برصغیر پاکستان و ہند میں سیرت نگاری	ڈاکٹر سفیر اختر	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
۲	ہندوستان میں اردو سیرت نگاری	ضیاالدین فلاحی	مرکزی مکتبہ
۳	سیرت النبیؐ	شبلی نعمانی	
۴	درِ یتیم	ماہر القادری	مرکزی مکتبہ اسلامی
۵	آبِ کوثر	اکرام شیخ	ادبی دنیا دہلی

۶	داعیٔ اعظم	محمد یوسف اصلاحی	ذکری انٹرنیشنل پبلشر دہلی
۷	عکس سیرت	خلیل الرحمان	سلمان پبلیکیشن دہلی
۸	آمنہ کا لال	علامہ راشد الخیری	فرید بک ڈپو
۹	حیات رسول	اصغر علی چوہدری	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۱۰	مثنوی سحر البیان	میر حسن	
۱۱	محمد عربی	عنایت اللہ سبحانی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۱۲	محسن انسانیت	نعیم صدیقی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۱۳	الرحیق المختوم	صفی الرحمان مبارکپوری	فیصل پبلی کیشن دہلی
۱۴	رحمت للعالمین	قاضی سلیمان منصور پوری	فرید بک ڈپو
۱۵	سیرت سرور عالم	مولانا مودودی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۱۶	ہمارے رسول پاکؐ	طالب الہاشمی	
۱۷	رہبر انسانیتؐ	سید رابع حسن ندوی	
۱۸	چند تصویریں سیرت کے البم سے	خرم مراد	
۱۹	سیرت نبوی پر اعتراضات کا جائزہ	ڈاکٹر محمد شمیم قاسمی	
۲۰	پیغمبر انقلاب	مولانا وحید الدین خان	
۲۱	رسول کریمؐ کی سماجی زندگی	متین طارق باغپتی	
۲۲	مولانا مودودیؒ کی نثر نگاری	ڈاکٹر امتیاز احمد	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۲۳	سیرت طیبہ ماہ وسال کے آئینے میں	عبد المصطفیٰ اعظمی	ذکریٰ انٹرنیشنل پبلشر
۲۴	ادب کا مطالعہ	پرویز اطہر	اردو گھر علی گڑھ
۲۵	سیرت نگاری کا منہج	ڈاکٹر صلاح الدین	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
۲۶	اردو ادب کی تاریخ	عظم الحق جنیدی	ایجوکیشنل نک ہاوس علی گڑھ
۲۷	حیات جاوید	مولانا الطاف حسین حالی	ارسلان بکس میر پور
۲۸	ہادی عالم	محمد ولی رازی	
۲۹	خطبات مدراس	سید سلیمان ندوی	ادارہ مطبوعات طلبہ لاہور
۳۰	کلیات شبلی	ڈاکٹر الیاس الاعظمی	دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ
۳۱	سیرت نبوی قرآن کی روشنی میں	مولانا عبد الماجد دریابادی	صدیقی ٹرسٹ کراچی

۳۲	اصول سیرت نگاری	پروفیسر صلاح الدین ثانی	مکتبہ یادگار شیخ الاسلام
۳۳	رہبر انسانیت	مولانا سید رابع حسن ندوی	دار اکر شید لکھنو
۳۴	لولاک	چند بھان خیال	فرید بک ڈپو
۳۵	سیرت رسول دروس ونصائح	رمضان محمد سعید	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۳۶	اردو کے نشونما میں صوفیا کرام کے کام	مولوی عبدالحق	انجمن ترقی ہند اردو
۳۷	سیرت النبی قدم بہ قدم	عبداللہ فارانی	ایم آئی ایس پبلشرز
۳۹	سید انسانیت	نعیم صدیقی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۴۰	سرسید اوران کے نامور رفقا	ڈاکٹر سید عبداللہ	ایجوکشنل بک ہاوس علی گڑھ
۴۱	سیرت الرسول	ڈاکٹر عبدالمنان	
۴۲	تحقیق کا فن	گیان چند جین	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
۴۳	اردو میں معراج نامے	یحیی نشیط	
۴۴	سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینے میں	اسجد قاسمی	فرید بک ڈپو
۴۵	نقوش سیرت	رابع حسن ندوی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۴۶	ذکر رسول	کوثر نیازی	دہلی
۴۷	دکنی ادب کی تاریخ	محی الدین قادری زور	ایجوکشنل بک ہاؤس
۴۸	جمال مصطفیٰ	صادق سیالکوٹی	فرید بک ڈپو
۴۹	انسان کاملؐ	شاہد حمید	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۵۰	نبی اکرم اور خواتین ایک سماجی مطالعہ	یاسین مظہر صدیقی	ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ
۵۱	عہد نبوی کا تمدن	یاسین مظہر صدیقی	ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ

رسائل وجرائد

نمبر	رسالہ	مقام	سن اشاعت
۱	تحقیقات اسلامی	دہلی	۲۰۱۳
۲	افکار ملی	دہلی	۲۰۰۵
۳	پیش رفت	دہلی	۲۰۱۵
۴	ہفت روزہ دعوت	حیدر آباد	۲۰۲۰

۵	زندگی نو	دہلی	۲۰۰۷
۶	افکار ملی	دہلی	۲۰۱۰
۷	پیغام شریعت	دہلی	۲۰۱۷
۸	تصوف ملی	کلکتہ	۲۰۱۷
۹	دین مبین	بھوپال	۲۰۲۰
۱۰	وحدت جدید	دہلی	۲۰۱۲